41

اسلام نے صفائی کا احساس بڑے زور سے دلایا ہے لیکن ہمارے ملک میں صفائی کا احساس نہیں

(فرمودہ 2 دسمبر 1949ء بمقام ربوہ)

تشہّد ، تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

''خطبہ کا مضمون شروع کرنے سے پہلے میں پھر ایک دفعہ نظارت تعلیم وتربیت کو اُس کی اُس ذمہ داری کی طرف جو مسجد کے ساتھ تعلق رکھتی ہے توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ ہماری جماعت میں ایک لمبے عرصہ سے عورتیں جمعہ کی نماز میں شامل ہونے کی عادت رکھتی ہیں۔ قادیان میں ہر جمعہ میں ڈیڑھ دو ہزار مستورات شامل ہوا کرتی تھیں۔ یہاں ابھی آبادی کم ہے لیکن عورتیں وہی ہیں جو قادیان میں ہوتی تھیں اور جن کو جمعہ کی نماز میں شامل ہونے کی عادت ہے۔ چنانچہ وہ جمعہ کی نماز کے لیے مسجد میں آتی ہیں۔ بڑی مہربانی کرکے اور بڑی عنایت فرما کے ناظر تعلیم نے ان کے لیے مسجد میں ایک قنات تو کھینچوادی ہے لیکن انہیں اس امر کا خیال نہیں آیا کہ عورتوں کی پیٹھیں مردوں کے آگے ہیں۔ حالانکہ چاہیے یہ تھا کہ مرد آگے ہوں اور عورتیں پیچھے ہوں تا عورتوں کی پیٹھیں مردوں کے سامنے نہ ہوں لیکن یہاں عورتیں آگے ہیں اور مرد پیچھے ہیں۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں جس کی طرف توجہ دلانے کے لیے کسی

دوسرے شخص کی ضرورت ہو۔ میں جب سے یہاں آیا ہوں اور خطبہ کے لیے مسجد میں آتا ہوں میرا مسجد میں آنے کا رستہ اَور تھا لیکن اب شاید کسی نیک بخت نے اس طرف توجہ دلانے کے لیے میرا رستہ وہاں بنا دیا جہاں سے عورتوں کی پیٹھیں نظر آتی ہیں۔ شاید اُس کی غرض یہ تھی کہ مجھے یہ چیز نظر آ جائے۔ سو وہ مجھے نظر آ گئی۔ مجھے تعجب آتا ہے کہ بعض باتیں معمولی ہوتی ہیں لیکن بغیر توجہ دلائے خود کیوں ان پر عمل نہیں ہوتا۔ بھلا اس پر خرچ کتنا آتا ہے۔ فرض کرو کہ قنات ایک گز پانچ روپے کو آتی ہے۔ یہ جگہ زیادہ سے زیادہ دس گز لمبی ہے۔ اس دس گز قنات پر پچاس روپے لگیں گے۔ جہاں دوسرے کاموں پر لاکھوں روپیہ خرچ ہوتا ہے وہاں اس نہایت اہم کام کے لیے پچاس روپے خرچ آ گیا تو کیا اندھیر ہے۔ میں نہیں جانتا کہ تمہارا اگلا خلیفہ کیا کرے گا۔ مگر میں نے تو تمہارا روپیہ بے دردی کے ساتھ بہایا ہے اور میں اس پر نادم نہیں ہوں۔ اس بارہ میں مَیں ان لوگوں کے اعتراضوں سے نہیں ڈرتا جو جماعت میں شامل نہیں اور جن کا وہ روپیہ نہیں۔ بلکہ میں ان سے بھی نہیں ڈرتا جن کا وہ روپیہ ہے۔ اگر وہ اعتراض کریں گے تو میں کہوں گا تم کوئی ایسا خلیفہ ڈھونڈ لو جو تمہارا روپیہ سنبھال کر رکھے۔ میں تو خرچ کرنا جانتا ہوں۔ میں اپنے پاس سے بھی حسبِ توفیق خرچ کرتا ہوں اور دوسروں سے بڑھ کر کرتا ہوں۔ اس لیے معترض کی زبان بند ہو جاتی ہے۔ پھر وہ مجھ پر بیوقوفی کا الزام بھی نہیں لگا سکتا۔ جبکہ نتیجے اچھے نکلتے ہیں۔ ربوہ کی تعمیر کو ہی دیکھ لو قریباً سَوا تین لاکھ روپیہ خرچ ہو چکا ہے اور ابھی ہم بڑے ہٹز (Huts) میں رہتے ہیں۔ میری جگہ کوئی اَور ہوتا تو شاید اسے ایسا کرنے کی جرأت نہ ہوتی لیکن میں نے روپیہ بے دردی سے خرچ کیا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اس کے بغیر لوگ کسی جگہ نہیں آباد ہو سکتے۔ اس کے بغیر کوئی قصبہ نہیں بن سکتا، اس کے بغیر کوئی شہر نہیں بن سکتا، اس کے بغیر کوئی صوبہ نہیں بن سکتا، اس کے بغیر پاکستان بھی مضبوط نہیں ہو سکتا بلکہ میں جانتا ہوں کہ کسی اسلامی سلطنت کے بغیر اسلام بھی مادی طور پر غالب نہیں آ سکتا۔ اس لیے پھل کو دیکھنے کے لیے میں جڑ کی پروا نہیں کرتا۔ غرض ہم تو بڑے بڑے اخراجات کے عادی ہیں اور یہ تو ایک ایسی چیز ہے جو شریعت کے مطابق ہے اور مستورات کے احترام کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔

میں جب جمعہ کے لیے آ رہا تھا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول کا ایک لطیفہ مجھے یاد آ گیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا ایک لاکھ پتی دوست تھا جو مسلمان تھا۔ میں نے اسے اس طرف توجہ دلانی چاہی

کہ جہاں آپ بہت سا وقت فضول باتوں میں ضائع کر دیتے ہیں وہاں آپ کچھ وقت قرآن کریم کی تلاوت بھی کر لیا کریں۔ آخر پندرہ بیس منٹ تک قرآن کریم کی تلاوت کرنے میں حرج بھی کیا ہے۔ اِدھر اُدھر کی باتوں میں بھی تو آپ کا وقت ضائع ہوتا ہے۔ اگر پندرہ بیس منٹ قرآن کریم کی تلاوت پر لگ جائیں تو اس میں کیا حرج ہے؟ اس نصیحت کو سن کر اس امیر نے کہا مولوی صاحب! آپ کو قرآن کریم پڑھتے دیکھ کر دل تو بہت چاہتا ہے کہ قرآن پڑھوں لیکن میرے پاس قرآن کریم نہیں۔ اگر آپ قرآن کریم کا ایک نسخہ مجھے تحفۃً دے دیں تو میں بھی قرآن کریم پڑھ لیا کروں۔ وہ لکھ پتی تھا، اس کا ہزاروں روپیہ گھوڑوں اور کُتّوں پر خرچ ہو جاتا تھا لیکن دوسرے کو قرآن کریم پڑھتے دیکھ کر اس کا دل ترستا تھا۔ قرآن کریم خرید نہیں سکتا تھا۔ اسی طرح اگر ناظر تعلیم و تربیت دس گز قنات کا انتظام نہیں کر سکتے تھے تو ہم سے ہی بطور تحفہ مانگ لیتے۔

دوسری بات جو میں کہنی چاہتا ہوں یہ ہے کہ غریب ہونا الگ چیز ہے اور صفائی الگ چیز ہے۔ ہم غریب ہیں، کمزور ہیں اس میں شبہ ہی کیا ہے۔ بڑی چیز کی ہم میں طاقت نہیں اور چھوٹی چیز پر دوسرے لوگ ہنستے ہیں لیکن بہر حال ہم نے اپنی قدر کو پہچاننا ہے اور اپنی ہستی کے مطابق کام کرنا ہے لیکن جو چیز ہماری ہستی کے مطابق ہے اُس کو بگاڑ کر کرنے میں کوئی لطف نہیں۔ میں ایک دن نماز کے لیے (میں نے ایک دن اس لیے کہا ہے کہ میں اُن دنوں لاہور رہا کرتا تھا اور کبھی کبھی ربوہ آ جاتا تھا) تو جب میں رکوع کرتا تھا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ میں کسی رُوڑی پر جُھک رہا ہوں اور جب سجدہ میں جاتا تھا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ گویا کسی گندی جگہ پر سجدہ کر رہا ہوں۔ میں نے ناظر صاحب امور عامہ سے کہا کہ ناک میرا بھی ہے اور آپ کا بھی ہے۔ مجھے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ لوگ مسجد کے ارد گرد اتنا پاخانہ پھرتے ہیں کہ اس کی بُو سے اب مسجد بھی پاخانہ ہی بن کر رہ گئی ہے۔ انہوں نے کہا میں بھی محسوس کرتا ہوں اور لوگوں سے کہتا رہتا ہوں کہ یہاں پاخانہ نہ پھرو۔ میں نے کہا ناظر کا کام کرنا ہوتا ہے کہنا نہیں ہوتا۔ اس پر ناظر صاحب امور عامہ نے ایک دفعہ صفائی کرا دی اور میں نے دیکھا کہ کچھ دنوں تک آرام رہا۔ مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ پھر وہی گندگی ہے۔ میں خود تو نہیں دیکھتا کیونکہ میں صرف مسجد میں آتا ہوں لیکن میرا ناک کہتا ہے کہ یہاں گندگی ہے۔ گندگی کا احساس اسلام نے خود کرایا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مساجد کے متعلق فرمایا ہے کہ ان میں تھوکو نہیں، ان میں بلغم نہ پھینکو، کوئی

بدبودار چیز کھا کر ان میں نہ آؤ۔1 آپ نے فرمایا جب کوئی شخص پیاز یا لہسن کھا کر مسجد میں آتا ہے فرشتے مسجد سے بھاگ جاتے ہیں2 لیکن واقعہ تو یہ ہے کہ جہاں لہسن اور پیاز کے کھیت ہوتے ہیں فرشتے وہاں بھی جاتے ہیں۔ پھر آپ کے اس قول کا کیا مطلب؟ اس کا مطلب یہ تھا کہ فرشتے ایسے آدمیوں کی دعاؤں کو آسمان تک نہیں لے جاتے جو بدبودار چیزیں کھا کر مسجد میں آتے ہیں اور دوسروں کی تکلیف کا موجب بنتے ہیں۔ غرض اسلام نے صفائی کا احساس بڑے زور سے دلایا ہے۔ لیکن ہمارے ملک میں صفائی کا احساس نہیں۔ کپڑا ہے تو ہمارے ملک کے لوگ اسے غلیظ رکھتے ہیں۔ بالعموم یہ ہوتا ہے کہ کپڑا پہنا نیا تھا مگر جب اُتارا تو پھٹ چکا تھا درمیان میں انہیں اتارنے کا خیال نہیں آتا۔

میں جب حج کے لیے گیا تھا تو علیحدہ مکان میں ٹھہرا تھا اس لیے مجھے تو وہاں کے گھریلو حالات کا تجربہ نہیں۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الاول ایک سال تک مکے میں رہے تھے اس لیے آپ کو وہاں کے گھریلو معاملات کا تجربہ تھا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ جس گھر میں مَیں رہتا تھا وہ متوسط درجہ کا گھر تھا۔ گھر کا مالک جب شام کو گھر آتا تو اس کی بیوی اسے اَور کُرتا دے دیتی اور اس کا دن کا پہنا ہوا کُرتا اُتروا لیتی۔

ایک یہ تو دُور کی بات ہے ایسا کرنا تو بڑے جہاد کو چاہتا ہے لیکن جو ابتدائی چیزیں ہیں ان کی طرف تو ضرور توجہ کرنی چاہیے۔ یہ تو تم کہہ سکتے ہو کہ کوئی تمہاری گائے بھینس چُرا کر لے گیا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ اردگرد کے لوگ چوری سے پاخانہ پھر گئے۔ پاخانہ پھرنے والے تم خود ہو۔ پھر صفائی میں تمہارے لیے مشکل ہی کیا ہے۔ اگر تم خود پاخانہ نہیں پھرو گے تو گندگی نہیں ہوگی۔ تمہاری بیویاں پاخانہ نہیں پھریں گی تو گندگی نہیں ہوگی، تمہارے بچے پاخانے نہیں پھریں گے تو گندگی نہیں ہوگی۔ پاخانہ غیر تو کرتے نہیں۔ اور اب تو یہ اَور بھی تمہارے لیے تازیانہ کا سبب بن گیا ہے کہ غیرملکوں کے لوگ احمدیت میں داخل ہو رہے ہیں اور وہ یہاں آتے ہیں۔ اور وہ جب تمہاری اس حالت کو دیکھیں گے تو چونکہ ان میں صفائی کا احساس زیادہ ہوتا ہے (دل کی صفائی کا تو انہیں خیال بھی نہیں آتا ہاں جسم کی صفائی کا وہ بہت خیال رکھتے ہیں) تو ان کے لیے تمہاری یہ حالت ابتلا کا موجب بن جائے گی۔ مثلاً ربوہ ہے مقامی آدمیوں کو بھی یہاں سر چھپانے کے لیے جگہ نہیں ملتی لیکن بیرونی ممالک میں جماعت ترقی کر رہی ہے اور غیر ممالک کے احمدی یہاں آنے شروع ہو گئے ہیں۔ مثلاً مسٹر کنزے جرمنی سے

آئے ہیں اور ان کو ابھی ہم نئے ہی سمجھتے تھے کہ ہماری بہن رقیہ تھائی سن مارگرٹ ہالینڈ سے آ گئی ہیں۔ وہ بھی شاید جرمن ہیں مگر اب ہالینڈ کی باشندہ ہیں۔ ابھی امریکہ سے ایک دوست کا خط آیا ہے۔ انہوں نے زندگی وقف کی ہے۔ وہ تعلیم کے لیے ربوہ آنا چاہتے ہیں۔ پھر ایک اَور جرمن دوست یہاں آنے کے لیے اصرار کر رہے ہیں۔ انہوں نے لکھا ہے کہ اگر مجھے ویزا مل جائے تو میں فوراً آ جاؤں۔ جب یہ لوگ آئیں گے اور تمہارے حالات دیکھیں گے تو ان کے لیے تمہاری یہ حالت ٹھوکر کا موجب ہوگی۔

تین چار دن ہوئے مجھے مسٹر کنزے نے ایک خط لکھا کہ درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اور ہمارا پھل یہ ہے کہ ہر طرف پاخانہ ہی پاخانہ پڑا ہے۔ گویا ان کو بھی تمہاری یہ حالت دیکھ کر شرم آئی۔ وہ بھی احمدی ہیں اور بھائی ہونے کی وجہ سے تمہاری یہ حالت دیکھ کر انہیں شرم آئی ہوگی کہ انہوں نے مجھے لکھا۔ لیکن ان سے زیادہ شرم ہمیں آنی چاہیے کیونکہ ہمیں ایک لمبا موقع سمجھانے کا ملا ہے اور انہیں وہ موقع نہیں ملا۔ وہ کہتے ہیں کہ جب میں دوستوں سے کہتا ہوں کہ صفائی کرو تو بعض لوگ کہتے ہیں کہ اچھا اگر تمہیں صفائی کا اتنا خیال ہے تو تم خود صفائی کر دو۔ یہ یقیناً تمسخر ہے اور جب کوئی نیک بات بتائے تو اس سے تمسخر منع ہے۔ وہ غیر ملک کے رہنے والے ہیں اور اس بات کو سمجھتے نہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ کہنے والے نے یہ لفظ سنجیدگی سے کہے ہیں اس لیے انہوں نے مجھے لکھا ہے کہ میں صفائی نہیں کروں گا کیونکہ اگر میں صفائی کر دوں تو انہیں صفائی کا احساس نہیں ہوگا۔ لیکن دراصل جس نے یہ بات کہی تمسخر سے کہی ورنہ کیا کوئی صحیح الدماغ آدمی کسی غیر ملک والے کو کہہ سکتا ہے کہ تم سارا دن جھاڑو دیتے پھرو؟ مگر یاد رکھو! اِس قسم کا تمسخر اسلام میں منع ہے۔ بجائے توجہ دلانے والے سے تمسخر کرنے کے تم کو چاہیے کہ اس غلاظت کے نقص کو دور کرنے کی کوشش کرو۔ تمہاری یہ حالت باہر سے آنے والے کے لیے یقیناً ٹھوکر کا موجب ہوگی۔ باہر سے آنے والا شخص تمہاری بات کو یا تو بُرا مناتا ہے یا اس کی نقل کرتا ہے۔ اب یہ دنیا کے لیے کتنی مصیبت کا دن ہوگا کہ ایک نومسلم قربانی کر کے تمہارے پاس آئے اور تمہاری حالت کو دیکھے اور کہے سُبْحَانَ اللّٰہِ یہ مومنوں والا کام ہے۔ انگریز جن کے پاخانے سونے کے کمرے معلوم ہوتے ہیں یہاں آئیں گے اور دیکھیں گے کہ یہاں ہر جگہ پاخانہ پھرا جا رہا ہے تو وہ واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہیں گے کہ ہم ربوہ گئے تھے۔ ہم نے دیکھا ہے کہ مومنوں کا یہی کام ہوا کرتا ہے کہ بجائے گھر کے، باہر پاخانہ کیا کریں تو اس کا کیا نتیجہ نکلے گا؟ آخر تمہاری بیویاں

ہیں، تمہارے بچے ہیں جو باہر پاخانہ پھرتے ہیں تم ان کو کیوں نہیں سمجھا سکتے ؟ اگر تمہیں منع کرنے کی طاقت نہیں تو تم کیوں سب سر جوڑ کر نہیں بیٹھ جاتے اور اس مُعمہ کو حل کرنے کی کوشش کرتے ؟ آخر ساری دنیا صفائی کر رہی ہے، انگلینڈ کر رہا ہے، امریکہ کر رہا ہے، ہالینڈ کر رہا ہے، سوئٹزرلینڈ کر رہا ہے، جرمنی کر رہا ہے، فرانس کر رہا ہے تم کیوں نہیں کر سکتے ؟ صفائی کی عادت ڈالو ورنہ باہر سے آنے والے یہی سمجھیں گے کہ احمدیت کا اصل نمونہ گھروں سے باہر پاخانہ پھرنا ہے۔ جو مخلص ہوں گے وہ تم کو دیکھ کر تمہارے کاموں کی نقل کریں گے اور اس طرح تم ساری دنیا میں گند پھیلانے کے مرتکب ہو گے اور جو مخلص نہیں انکے لیے تمہارا یہ نمونہ ٹھوکر کا موجب ہوگا۔

صفائی نہایت اہم امر ہے۔ چنانچہ دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی معمولی معمولی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مثلاً فرمایا کہ جمعہ کو مسجد میں نہا کر آؤ اور خوشبو لگا کر آؤ[3] مگر اب کتنے لوگ ہیں جو خوشبو لگا کر مسجد میں آتے ہیں۔ پھر فرمایا پیاز یا لہسن کھا کر مسجد میں نہ آؤ۔ اس سے قیاس ہوا کہ کوئی بدبودار چیز کھا کر مسجد میں نہیں آنا چاہیے کیونکہ فرشتوں کو تو پیاز اور لہسن کے ساتھ دشمنی نہیں، دشمنی غلاظت سے ہے، بدبُو سے ہے خواہ وہ کہیں سے آجائے۔ منہ کی ہی بُو لے لو۔ کتنے آدمی ہیں جو اس کا خیال رکھتے ہیں۔ ابھی اگر میں امتحان مقرر کر دوں اور کسی سے کہوں کہ تمام لوگوں کے مونہوں کی بُو کو سونگھو تو شاید سَو میں سے ایک بھی شخص ایسا نہیں ہوگا جس کے منہ سے بدبو نہ آتی ہو۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض کارکن جب میرے سامنے کاغذات پیش کرنے کے لیے آتے ہیں تو میں ان کے منہ کی بُو سے بیہوش ہونے لگتا ہوں۔ پھر انہیں شوق ہوتا ہے کہ میرے قریب آ کر بات کریں حالانکہ بات فاصلہ سے بھی ہو سکتی ہے۔ یورپین لوگوں میں قریب آ کر بات کرنے کی عادت نہیں ہوتی لیکن ہندوستانیوں میں یہ عادت کثرت سے پائی جاتی ہے مگر منہ کی بُو تو ہندوستان سے خاص نہیں۔ یورپ والے بھی اس کا خیال نہیں رکھتے۔ وہ منہ کی صفائی میں بہت پیچھے ہیں۔ مسلمان کھانا کھانے کے بعد کُلی کرتا ہے لیکن اب کُلی کرنا محض اس طرح کا رسمی رہ گیا ہے جس طرح ہندو صبح کو دریا پر نہانے کے لیے جاتے ہیں۔ ان کا نہانا محض رسمی ہوتا ہے۔ یعنی پانی پیچھے اور گڑوی آگے۔ اسی طرح کُلی کرنا بھی مسلمانوں میں ایک رسم کے طور پر رہ گیا ہے۔ ان کا کُلی کرنا صفائی کے لیے نہیں ہوتا۔ اور جب کُلی کرنا صفائی کے لیے نہیں ہوتا تو اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مسوڑھوں میں زخم پڑ جاتے ہیں اور پھر منہ میں سڑاند

پیدا ہو جاتی ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسواک کا کتنی شدت سے حکم دیا ہے۔ مگر کتنے ہیں جو اس پر عمل کرتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وفات سے کچھ دیر پہلے دیکھا کہ حضرت ابوبکرؓ کے لڑکے عبدالرحمان جو آپ کے سالے تھے اور آپ کی طبیعت دریافت کرنے کے لیے آئے تھے دروازے میں کھڑے مسواک کر رہے ہیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں آپ سے بولا نہیں جاتا تھا لیکن آپ نے میری طرف اس طرح دیکھا کہ میں نے سمجھ لیا کہ آپ کو مسواک چاہیے۔ میں نے عبدالرحمان سے مسواک لی اور اس کا اگلا حصہ جو وہ چبا رہے تھے کاٹ کر باقی حصہ تھوڑی دیر کے لیے آپ کے منہ میں رکھا۔4 اب دیکھو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی وفات کے وقت بھی جبکہ آپ میں بولنے کی قوت نہیں رہی تھی منہ کی صفائی کا کتنا خیال تھا لیکن اب سَو میں سے ننانوے آدمی منہ میں سڑاند اُٹھائے پھرتے ہیں اور انہیں خیال تک نہیں آتا کہ اس کا ازالہ کریں۔

غرض جیسا کہ میں نے بتایا ہے باہر سے آنے والے لوگ اگر وہ مخلص ہوں گے تو ہمارے افعال کی نقل کریں گے۔ ابھی ہماری بہن رقیہ آئی ہیں۔ جب وہ میری بیویوں کے ساتھ اسکول دیکھنے کے لیے گئیں تو انہیں برقع میں دیکھ کر گھبرا گئیں اور کہنے لگیں میں کیسے بغیر بُرقع کے جاؤں۔ پھر وہ کہنے لگیں اچھا میرے پاس کپڑا ہے میں اسی کا نقاب ڈال لیتی ہوں۔ اب بھی وہ جمعہ کے لیے آئی ہیں تو منہ پر نقاب ڈال کر آئی ہیں۔ یہ قدرتی بات ہے۔ لوگ کہتے ہیں یورپ والے پردہ کے حکم پر عمل نہیں کر سکتے لیکن جہاں محبت ہوتی ہے انسان آپ ہی آپ نقل کرنی شروع کر دیتا ہے۔ تم اپنا نمونہ دکھاؤ۔ کہنے کی ضرورت ہی نہیں وہ خود بخود تمہاری نقل کرنی شروع کر دیں گے۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب آخری حج کے لیے جس کے بعد آپ وفات پا گئے تشریف لے گئے تو مکہ سے کچھ فاصلہ پر آپ کو پیشاب کی حاجت ہوئی۔ آپ نے سواری کھڑی کی اور راستہ سے ہٹ کر ایک درخت کے پاس پیشاب کیا۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب حج کو جاتے اپنی سواری کو اُسی جگہ کھڑا کرتے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سواری کو کھڑا کیا تھا اور اُسی درخت کے نیچے پیشاب کرتے جہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کیا تھا۔ لوگوں نے آپ کو ایسا کرتے ایک دفعہ دیکھا، دو دفعہ دیکھا آخر کسی نے آپ سے پوچھا اس درخت میں کیا خوبی ہے کہ آپ ہمیشہ حج کو جاتے ہوئے یہاں سواری کھڑی کر کے پیشاب کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم

آخری دفعہ حج کے لیے آئے تھے تو آپ نے اس درخت کے نیچے پیشاب کیا تھا۔ پس میرا دل بھی چاہتا ہے کہ اس کام میں بھی آپ کی اتباع نہ چھوڑوں۔5 یورپ کی باتیں یورپ کی باتیں ہی سہی لیکن یہ صرف اُسی وقت تک ہیں جب تک انہیں ہم سے محبت پیدا نہیں ہو جاتی۔ جب محبت پیدا ہو جائے گی وہ خود بخود وہی کام کرنا شروع کر دیں گے جو ہم کرتے ہیں۔ مسٹر کنزے کو ہی دیکھ لو انہوں نے کتنی لمبی داڑھی رکھی ہوئی ہے۔ کیا جرمن لوگ داڑھی رکھتے ہیں؟ خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع کے موقع پر میں نے انہیں اسٹیج پر بلا کر نوجوانوں کو شرم دلائی تھی کہ اگر ایک جرمن مسلمان ہو کر داڑھی رکھنا شروع کر دیتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ تم داڑھی نہیں رکھتے؟ میں نے ان سے پوچھا کہ مسٹر کنزے بتاؤ! کیا تمہاری سات پشت میں سے کبھی کسی نے داڑھی رکھی تھی؟ انہوں نے جواب دیا نہیں۔ اس پر میں نے خدام سے کہا کہ انہوں نے تو اپنی سات پشتوں کی رسم بھی توڑ دی اور تم اپنے آقا کی رسم کو بھی قائم نہیں رکھ سکتے۔ پس وہ سب کام جو اسلام کہتا ہے یورپین لوگ کریں گے اور خدانخواستہ ہم میں کوئی خرابی آئی تو ہماری نقل میں وہ بھی کرنے لگ جائیں گے۔ اس لیے ضرورت ہے کہ ہم وہ کام کریں جو ان کے لیے ٹھوکر کا موجب نہ ہوں۔

امام ابوحنیفہؒ سے کسی نے پوچھا کہ کیا آپ کو کوئی ایسا آدمی بھی ملا ہے جس نے آپ کو نصیحت کی ہو؟ یعنی آپ بڑے بزرگ ہیں۔ آپ ہی سب کو نصیحت کرتے ہوں گے آپ کو کسی نے کیا نصیحت کرنی ہے۔ آپ نے فرمایا مجھے بھی ایک ایسا شخص ملا ہے جس نے مجھے نصیحت کی اور وہ ایک نو دس سال کا لڑکا تھا۔ اس کی زبان کی چوٹ مجھے اب بھی محسوس ہوتی ہے۔ ایک دن بارش ہو رہی تھی کہ میں باہر نکلا۔ بچے عموماً برسات میں باہر نکل کر کھیلنا پسند کرتے ہیں۔ ایک نو دس سال کا لڑکا کھیلتا کُودتا چلا جا رہا تھا کہ میں نے کہا میاں! سنبھل کر چلو کہیں گر نہ جانا۔ اس نے بے ساختہ مجھے جواب دیا کہ میں گرا تو کوئی حرج نہیں لیکن آپ اپنا خیال رکھیں آپ گرے تو ساری امت گر جائے گی۔ یعنی میرا گرنا تو صرف میری ذات پر ہی اثر انداز ہو گا لیکن آپ فقیہہ ہیں، مفتی ہیں اگر آپ نے کوئی خراب بات کی تو آپ کی نقل میں ساری امت وہی بات کرنی شروع کر دے گی اور برباد ہو گی۔ امام ابوحنیفہؒ فرماتے ہیں کہ اس لڑکے کی بات کا زخم ابھی تک ہرا ہے مندمل نہیں ہوا۔

پس یاد رکھو! ہمیں اگر کوئی کام کرتے دوسرے لوگ دیکھیں گے تو محبت کی وجہ سے

ہماری نقل میں وہ بھی وہی کام کرنے لگ جائیں گے۔ اگر ہم صحیح راستہ پر چلیں گے تو ہماری نقل کی وجہ سے اسی طرح نیکی پھیلے گی جس طرح ہماری زبان کے ذریعہ نیکی پھیل رہی ہے۔ لیکن اگر ہم غلط راستہ پر چلیں گے تو ہمارے بُرے نمونہ کی وجہ سے دنیا میں بُرائی پھیلے گی اور وہ اس نیکی کو بھی ضائع کر دے گی جو ہماری زبان کے ذریعہ پھیلی ہے۔ سوتم احتیاط کرو اور اپنے فرض کی ادائیگی کی طرف توجہ کرو۔ خصوصاً اس بات کی ذمہ داری ناظر امور عامہ پر ہے، مقامی امیر پر ہے، علمائے سلسلہ پر ہے اور پھر لجنہ اماء اللہ پر ہے۔ ان سب کو اپنے اندر قومی کیریکٹر پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے اور ایک ایسا طریق اختیار کرنا چاہیے جس کی وجہ سے لوگ ہمیں دیکھتے ہی پہچان لیں کہ یہ احمدی ہیں۔ کسی خاص کیریکٹر کا پیدا ہو جانا بھی اس کے خیالات کی تبلیغ میں مُمِد ہوا کرتا ہے''۔ (الفضل 22 دسمبر 1949ء)

---

1 : مسلم كتاب المساجد باب النَّهْيُ عَنِ الْبصَاق فِي الْمَسْجِدِ (الخ)

2 : مسلم كتاب المساجد باب نَهي من اكل ثوما (الخ)

3 : بخارى كتاب الجمعة باب الطِّيْبُ لِلْجُمعَةِ

4 : بخارى كتاب المغازى باب مَرَض النَّبِيّ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَوفَاتِهٖ

5 : اسد الغابة جلد 3 صفحہ 43 عبداللہ بن عمر بن الخطاب مطبوعہ بیروت لبنان 2001ء (مفہوماً)